قرآن کریم کے تناظر میں سیرتِ طیبہ کے دعوتی وابلاغی مناہج اور عصر حاضر میں اس کی معنویت

The Scientific Analysis and Study of Methods of the Prophetic Preaching in Context of the Holy Quran

امان اللہ*

بخت شید**

Abstract

The main feature and distinction of Prophet Muhammad SAWS, Prophethood is his preaching the humanity and invitation towards the religion of Islam. Allah sent him as the last of his prophets. His preaching of the religion is an eternal argument which shows that the message of the Prophet is the last, his prophecy is the last and that the religion Islam is the eternal rule for mankind.

The principles and methods of preaching adopted by the Holy Prophet SAWS are studied here in this research "The Scientific Analysis and Research of Prophetic preaching methods in context of the Holy Quran".

The research shows that these principles and methods of preaching are the eternal source of guidance for all of the human beings. These are the methods by which we can preach and spread the religion, Islam throughout the world.

Key Words: distinction, Prophethood, eternal argument, guidance.

امام الانبیاء والمرسلین، ختم مرتبت، سرورِ کونین، حضرت محمد ﷺ کی پاکیزہ سیرت اور کامل اسوہ کا سب سے پہلا اور بنیادی مصدر وماخذ کتابِ مبین، فرقانِ حمید ہے۔اور یہی سیرت مطہرہ پر لکھی گئی کتابوں کے لیے قابلِ وثوق مرجع اور بنیادی ماخذ ہے۔جسے سرکارِ دوعالم ﷺ کی حیاتِ پاک کا بنیادی سرچشمہ کہنا بجا طور پر درست ہے جس میں سیرتِ طیبہ کے مضامین وموضوعات اور مباحثِ سیرت کا جابجاذکر ملتا ہے، چناں چہ ہر دور کے مفسرین نے اپنی تفاسیر میں انہیں شرح وبسط سے بیان کیا ہے۔

*پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ علومِ اسلامی، کلیہ معارف اسلامیہ، وفاقی اردو یونیورسٹی، عبدالحق کیمپس، کراچی۔

**پی ایچ ڈی اسکالر، کلیہ اصول الدین، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد۔

قرآنِ کریم کا بغور جائزہ لیا جائے تو اس میں ہادی اعظم ﷺ کی پاکیزہ زندگی کے متعدد واقعات اور حالات کا صراحتاً یا اشارۃً ذکر ملتا ہے۔ عہدِ نبوی کے اہم ترین واقعات، غزوات، خصوصیاتِ مصطفیٰ، کمالات اور امتیازاتِ نبوی کا تذکرہ کتابِ مبین، فرقانِ حمید میں جگہ جگہ ملتا ہے۔ اس لحاظ سے قرآنِ کریم کے آئینے میں احمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرت کے امتیازی اور انفرادی گوشے واضح ہو کر سامنے آتے ہیں، بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قرآن اور سیرت دونوں لازم وملزوم ہیں۔[1]

جب کہ یہ بدیہی اور واضح حقیقت ہے کہ کتبِ سیرت و تاریخ میں خالقِ کائنات کے آخری پیامبر کی پاکیزہ حیات کے واقعات و متعلقات کا ذکر عام طور پر تاریخی اور سوانحی حیثیت سے کیا جاتا ہے، لیکن وہی واقعات جب فرقانِ حمید میں بیان ہوتے ہیں تو ان میں دعوتی و ابلاغی فکر ہوتی ہے، قرآن چونکہ تاریخ و سیرت کی کتاب نہیں، بلکہ اصلاً وہ کتاب دعوت و تذکیر ہے، اسی لیے اس کی ہر آیت میں یہ فکر نمایاں طور پر جھلکتی ہے۔ قرآن واقعات کو ایسے اسلوب اور پیرایہ بیان میں پیش کرتا ہے کہ اس کا فائدہ رہتی دنیا تک عام ہو جاتا ہے اور اس سے ایسے نتائج اخذ کرتا اور ان کی روشنی میں ان حقائق کی طرف متوجہ کرتا ہے، جو ہر دور میں مفید اور چشم کشا ثابت ہوتے ہیں۔ جس کی ایک واضح مثال "واقعہ ٔافک" ہے۔

قرآنِ کریم کا اسلوب ایجاز و اعجاز دونوں لحاظ سے جامع ہے۔ چنانچہ قرآن واقعاتِ سیرت ﷺ کے انہی اجزاء کو بیان کرتا ہے، جو ضروری ہوتے ہیں اور ان میں درسِ عبرت ہوتا ہے، جب کہ کتبِ سیرت میں ان واقعات کی پوری تفصیلات اور تمام اجزاء کا بیان ہوتا ہے۔ مثلاً واقعہ ٔ اسراء و معراج کا ذکر قرآنِ کریم میں بے حد مختصر انداز میں اشارۃً فرمایا گیا ہے، البتہ اس کی بقیہ تفصیلات کتبِ احادیث و سیر میں موجود ہیں۔[2]

ایک نمایاں فرق انداز بیان کا بھی ہے۔ قرآن قصصی ادب کا اعلیٰ شاہ کار ہے۔ واقعاتِ سیرت کے ذکر میں جو جوشِ بیان، سلاست، برجستگی، لطافت، نفسیات کی رعایت، شکوہ اور فصاحت قرآنِ کریم کی آیات میں ملتی ہیں، اس کی نظیر پیش نہیں کی جاسکتی۔ قرآن اپنے قارئین کے حواس پر چھا جاتا ہے جو کہ اس کا اعجاز و کمال ہے، ظاہر ہے کہ یہ امتیاز کسی اور کتاب کو کیسے مل سکتا ہے؟ ورنہ خالق کی کتاب اور مخلوق کی کتاب میں فرق ہی کیا رہ جائے گا؟

قرآن کریم ہی سرورِ کونین ﷺ کے خُلقِ عظیم کا عظیم سرچشمہ ہے۔ زوجہ ٔرسول ﷺ اُم المومنین، صدیقہ بنت صدیق، حضرت عائشہ صدیقہ □ فرماتی ہیں کہ کسی شخص نے ایک دن ان سے سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوات والتسلیمات کے اخلاقِ عالیہ کے متعلق پوچھا تو اُم المومنین □ نے جواب دیا:

«کان خُلقُه القُرآن، یَرضیٰ برضاهُ ویسخطُ بسُخطه»

ایک اور روایت میں آپ کا یہ فرمان آیا ہے:

«ما کان احدً احسن خُلقاً من رّسول الله ﷺ، کان خُلقُه القرآن، یرضیٰ برضاه، ویغضب بغضبه لم یکُن فاحشاً وّلا مُتفحّشاً، ولا صخّابًافی الاسواق، لایجزی بالسّیئة السّیئةولٰکن یعفُوا ویصفح»[3]

رسولِ اکرم ﷺ سے بڑھ کر کوئی بھی شخص اخلاقِ حسنہ سے متصف نہ تھا، خاتم النبیین ﷺ کے اخلاقِ عالیہ قرآن عظیم تھا، جس سے قرآن راضی ہوتا، وہ کام آپ کو پسند ہوتا، اور جس سے قرآن ناراض ہوتا، وہ کام نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ناپسند ہوتا۔ سرورِ کونین ﷺ فحش گو نہ تھے اور نہ بازاروں اور عوامی مقامات میں شور و شغب کرنے والے تھے، نہ ہی بُرائی اور ظلم کا بدلہ بُرائی سے دیا کرتے تھے، بلکہ عفو و در گزر رسولِ خدا ﷺ کا شیوہ تھا۔

اُمّ المومنین حضرت سیّدہ عائشہ کی اس روایت اور ان کے فرمان سے یہ حقیقت پوری طرح منقح ہو کر سامنے آتی ہے کہ خالق کائنات کے عظیم پیامبر کی سیرتِ طیّبہ، اسوۂ حسنہ اور شانِ کریمانہ کا تذکرہ کتابِ الٰہی میں وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔ چنانچہ مورخین سیرت نگاری کے جن بنیادی مآخذ کو زیرِ بحث لائے ہیں، ان میں کتابِ حکیم بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ رب العالمین کی کتابِ کامل میں نبوی سیرت کی پہلی جھلک یہ سامنے آتی ہے کہ آپ رحمت للعالمین ہیں۔ ایک ایسا پیغمبر جس کی آمد کی بشارت سابق آسمانی صحائف میں دی گئی تھی، چنانچہ قرآنی نصوص کی روشنی میں شفیعِ اعظم علیہ الصلوۃ والسلام حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا اور حضرت عیسیٰ کی بشارت ہیں۔ خاتم النبیین ﷺ کا نام گرامی محمد بھی ہے اور احمد بھی (علیہ افضل الصلوات والتسلیمات)۔ کلامِ الٰہی نے آپ کو یٰسین، طٰہٰ، مدثّر، مزمل، داعی الی اللہ، منذر، ہادی، شاہد، نذیر، مزکّی، مُعلّمِ کتاب و حکمت، برہانِ ربّانی، رحمۃ للّعالمین، رؤوف ورحیم، خاتم النبیّین اور محبوبِ الٰہی قرار دیا ہے۔

تاہم قرآنی آیات اور نصوص کے تناظر میں کے نزدیک سید الاولین والاخرین علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی سب سے ارفع صفت آپ کا بندہ الٰہی اور آخری پیامبر ہونا ہے۔ چنانچہ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی بنیادی حیثیت ایسے شخص کی ہے، جسے مقامِ نبوت اور دین کے داعی و مبلغ کی حیثیت سے سرفراز کیا گیا ہے۔[4]

قرآنِ کریم میں خالقِ کائنات کے آخری پیامبر کی مبارک زندگی کے مکی و مدنی ہر دو ادوار، آغازِ وحی، مکے میں اشاعتِ اسلام، مشرکینِ مکہ کی ایذا رسانی، اربابِ سعادت کا قبولِ اسلام، دعوتِ حق کی راہ کی مشقتیں، اسراء و معراج، مظلوم و مقہور اہلِ اسلام کی ہجرتِ حبشہ کی جھلکیاں واضح اور نمایاں ہیں۔ مزید برآں ساقی کوثر، مدنی آقا کے مختلف اقدامات و کارنامے اور زندگی کے مختلف احوال و غزوات کا تذکرہ کتابِ الٰہی میں ملتا ہے۔"[5]

آیاتِ قرآن اور شانِ صاحبِ قرآن ﷺ

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ "قرآنِ کریم" سیرت نبوی کا اوّلین ماخذ اور بنیادی سرچشمہ ہے۔ مختلف قرآنی سورتوں میں شافعِ محشر علیہ السلام کے مقام و مرتبے اور متعلقاتِ سیرت پر بنیادی مواد موجود ہے، جس سے تدوینِ سیرت میں بنیادی مدد ملتی ہے۔ سیرت نگاروں نے "نبوی سیرت" کے بنیادی مصدر قرآنِ کریم سے بھرپور استفادہ کرتے ہوئے اس کو مدون کیا ہے۔

مختلف قرآنی آیات میں ہمیں آقائے دوجہاں علیہ التسلیمات کی دل آویز جھلکیاں نظر آتی ہیں اور حضرت خاتم النبیین ﷺ کی رسالت، ہدایات و تعلیمات، ختمِ نبوت، تکمیلِ دین، انبیائے کرام میں پیامبرِ حق کا عظیم مقام، آپ کے خُلقِ عظیم اور اسوۂ حسنہ کے حوالے سے بنیادی راہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ چناچہ ہر دور کے مفسرین نے سیرت کے حوالے سے مختلف مضامین و موضوعات اور مباحثِ سیرت کو موضوعِ بحث بناتے ہوئے کتابِ حکیم کے تناظر میں گراں قدر علمی خدمت انجام دیتے ہوئے سیرتِ پاک سے متعلق مباحث پر اہم اور قابلِ ذکر کام کیا ہے، یہاں پر قرآنی آیات کے تناظر میں سیرتِ طیبہ کے دعوتی مناہج و اسالیب کا اختصار کے ساتھ جائزہ پیش کرنا مقصود ہے۔

آیاتِ قرآنیہ کے تناظر میں خاتم النبیین ﷺ کے نبوی فرائض

سیرتِ طیبہ میں پہلے قدم پر اس بات کا تعین اور وضاحت ضروری ہے کہ خالقِ کائنات کے آخری پیامبر کا مقصدِ بعثت کیا تھا؟ کن عالی مقاصد کے لئے حق سبحانہ و تعالیٰ نے سرورِ کونین کا انتخاب فرما کر آپ کو آخری اور ابدی رسول بنا کر مبعوث فرمایا؟ اس سوال کا جواب قرآن کریم نے تفصیل سے اس طرح دیا ہے:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾[6]

"یقیناً اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر عظیم احسان فرمایا ہے کہ ان کے جنس میں سے ہی ان میں ایک پیامبر بھیجا جو آیاتِ قرآنیہ پڑھ کر انہیں سناتا ہے اور گناہوں اور بری عادتوں سے انہیں پاک صاف کرتا ہے اور انہیں قرآن وسنت کی تعلیم دیتا ہے، بے شک وہ اس سے قبل واضح ضلالت کے شکار تھے۔"

یہاں پر قرآن حکیم نے ربِ کائنات کے آخری داعی برحق کی ذمہ داریوں میں سے بنیادی نکتے کی توضیح فرمادی، جو کہ آپ کا مقصدِ بعثت اور سیرتِ طیبہ کا نہایت اہم اور مرکزی پہلو ہے۔ یہ اس امر کی بیّن دلیل ہے کہ کلامِ الٰہی نہ صرف سیرتِ پاک کا مرکزی ماخذ اور مصدر ہے بلکہ اس میں مقاصدِ سیرت کی جانب بھی راہنمائی پائی جاتی ہے اور سیرتِ طیبہ کے مطالعے کو بامقصد بنانے اور مقاصدِ سیرت پر توجہ دینے کی طرف راہنمائی فرمائی ہے کہ سیرت طیبہ کا مقصد محض قصص وواقعات کی معلومات کا ادراک نہیں بلکہ اس سے علمی سبق حاصل کرنا اور عملی زندگی میں اس کا اطلاق ہے۔

خاتم المرسلین ﷺ بحیثیتِ داعی ومبلغ

قرآن کریم نے سب سے زیادہ توجہ سیرت طیبہ کے دعوتی اور ابلاغی پہلو پر دیا ہے، ساقی کوثر کے واقعاتِ دعوت کی طرف اشارات فرمائے ہیں اور دعوت وابلاغ کے اصول اور اسالیب کی راہنمائی فرمائی ہے، اس حوالے سے مصطفوی سیرت کے اس اہم پہلو کے مختلف جوانب پر قرآنی آیات سے روشنی پڑتی ہے اور اس حوالے سے واضح ہدایات ملتی ہیں۔ قرآن کریم نے سیرت طیبہ کی اس جہت پر متنبہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ﴾[7]

"اے پیامبر! جو کچھ آپ کے پروردگار کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے وہ دیگر لوگوں تک پہنچائیے اور اگر آپ ایسا نہ کر پائے تو آپ نے رسالت کا حق ادا نہ کیا۔"

کلامِ مجید نے دیگر حضرات انبیاء کرام کے بارے میں اس امر کی تصریح کی ہے کہ انہوں نے لوگوں کو مالکِ کائنات کی طرف دعوت دینے کا پورا اہتمام کیا تھا اور بطریقِ احسن اس فریضے کی تکمیل کی تھی۔ حضرت ہود علیہ السلام کے بارے میں ارشادِ الٰہی ہے کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا:

﴿أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَأَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ﴾[8]

"میں تمہیں اپنے پروردگار کی ہدایات پہنچاتا ہوں اور تمہارے لئے خیر خواہ اور امانت دار ہوں"۔

ان کے علاوہ کلامِ ربانی میں کثیر مقامات پر مبعوثینِ رب بالخصوص خالقِ کل کے آخری پیامبر کی فریضہ دعوت کی ادائیگی کی توضیح فرمائی ہے۔اور اس ضمن میں پیش آمدہ تکالیف ومصائب اور مخالفتوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔

رب العالمین کے کلام نے داعی حق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کے مبلغِ رسالات اللہ ہونے کے وصف کو خصوصی اہتمام کے ساتھ اُجاگر کیا ہے۔ جس کو مختلف پیرایوں اور سیاق وسباق میں ذکر فرمایا ہے۔ سورۃ الصف میں رب العالمین کا ارشاد ہے:

﴿هُوَ الَّذِيٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَدِيۡنِ الۡحَـقِّ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ وَلَوۡ كَرِهَ الۡمُشۡرِكُوۡنَ﴾[9]

"وہی (اللہ) ہے جس نے اپنے پیامبر کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا، تاکہ اسے تمام نظام ہائے زندگی پر غلبہ دے۔"

اللہ تعالیٰ کے مبعوثین کا یہ مشن اور مقصدِ حیات، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ پیغمبرِ خدا کا داعی برحق ہونا اس کی تمام حیثیتوں سے ممتاز ہے۔پیامبرِ الٰہی کا کلامِ ربانی میں ایک موقع پر مخاطب کرکے فرمایا گیا ہے:

﴿وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا﴾[10]

"اور ہم نے تمہیں بنی نوع انسانیت کیلئے خوشخبری دینے والا اور ہوشیار کرنے والا مبعوث کیا ہے۔"

سید المرسلین ﷺ کو حکم ہوا کہ تمام انسانوں کو خطاب کرکے یہ اعلان فرمادیں:

﴿قُلۡ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَيۡكُمۡ جَمِيۡعَا﴾[11]

"کہہ دیجئے اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا پیغام دے کر ارسال کیا گیا ہوں۔"

نیز یہ کہ تمام کائنات آپ علیہ السلام کی تبلیغ کے دائرے میں داخل ہے۔ جس کی تصریح کلامِ الٰہی کے مختلف مواضع پر کی گئی ہے۔

سید المرسلین ﷺ کا اسلوبِ ابلاغ قرآن کریم کی روشنی میں

کتابِ مبین نے جس طرح اس امر کی صراحت کی ہے کہ خالقِ عظیم کے فرستادہ کی سب سے اہم حیثیت اور امتیازی شان آپ کا داعی حق اور مبلغ ہونا ہے، وہاں قرآن کریم نے دعوت وتبلیغ کے بنیادی اسالیب اور مناہج کی وضاحت فرمائی ہے اور خاتم المرسلین کی مبارک سیرت کے اس پہلو کے تمام بنیادی جوانب کا احاطہ کیا

ہے، جس میں فریضہ دعوت کی ادائیگی میں نرمی و حکمت اپنانا، مخالفین کے ساتھ حکمت و بصیرت سے پیش آنا اور پر اثر طریقے سے مخاطبین کو اسلام کی طرف بلانا شامل ہے۔ یہ وہ بہترین مناہج ہیں جنہیں اپنا کر موجودہ وقت میں بھی دینی دعوت کے عمل کو موثر اور بار آور بنایا جا سکتا ہے۔ ذیل میں حبیبِ کبریاء کے مناہجِ دعوت کے چند اہم پہلوؤں کو قرآنی آیات کے تناظر میں قلمبند کیا جاتا ہے:

1۔ حکمت اور بصیرت کو پیشِ نظر رکھنا

دعوت الی اللہ علی وجہ البصیرۃ اور حکمت کے تقاضوں کو پیشِ نظر رکھنا قرآن کریم کا بیان کردہ اسلوب ہے، جس پر ہادی برحق زندگی بھر عمل پیرا رہے۔ قرآن کریم میں خالقِ کائنات کا ارشاد ہے:

﴿قُلۡ هٰذِهٖ سَبِيۡلِيۡۤ اَدۡعُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيۡرَةٍ﴾[12]

"کہہ دیجئے کہ میرا راستہ یہ ہے کہ بصیرت کے ساتھ لوگوں کو اللہ تعالی کی طرف بلاتا ہوں۔"

اس آیت کریمہ نے نبوی دعوت کے اسلوب کی وضاحت فرمائی ہے، جس میں بصیرت کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ بصیرت ایک جامع لفظ ہے، جس کی مختلف صورتیں اور تفسیریں ہیں تاہم یہ باہم متعارض نہیں بلکہ اس لفظ کی جامعیت پر دال ہیں۔ حافظ ابن جریر طبریؒ اس کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ پورے یقین کے ساتھ لوگوں کو رب ذوالجلال کی طرف بلایا جائے۔[13] علامہ نسفیؒ فرماتے ہیں: «**أدعو إلى دينه مع حجة واضحة غير عمياء**»[14]

بصیرت کا مطلب یہ ہے کہ واضح اور غیر مبہم دلائل کے ساتھ اپنے مخاطبوں کو دعوت دی جائے۔

امام راغب اصفہانیؒ بصیرت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: «**ويقال لقوة القلب المدركة: بَصِيرَة و بَصَر**»[15] دل کی قوتِ مدرکہ کو بصیرت کہتے ہیں۔

حاصل یہ کہ پورے یقین، دلجمعی، حکمت، علم اور حالات کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے دعوت دینا نبوی اسلوب میں داخل ہے۔ رب ذوالمنن کے کلام لا یزال سے واضح ہوتا ہے کہ مخالفتوں کی پرواہ کئے بغیر دعوت کو جاری رکھنا اسلوبِ دعوت میں داخل ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنۡ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعۡدَ اِذۡ اُنۡزِلَتۡ اِلَيۡكَ وَادۡعُ اِلٰى رَبِّكَ﴾[16]

"لوگ آیاتِ ربانی سے آپ کو نہ روکیں، جبکہ وہ آپ پر نازل ہوئی ہیں اور آپ اپنے رب کی طرف دعوت دیتے رہئیے۔"

عصرِ حاضر میں دعوتی عمل کی تاثیر کی کمی میں اس عمل کا بڑا دخل ہے کہ خود داعی علم ویقین کی دولت سے لبریز نہیں ہوتا، نیز حکمت اور بصیرت کے تقاضوں کو بھی عموماً پیشِ نظر رکھنے میں کوتاہی برتی جاتی ہے۔

2۔اخلاص، للہیت اور دلسوزی

شافعِ محشر داعی کامل کی دینی تبلیغ کے حوالے سے قرآن کریم نے یہ حقیقت عیاں کی ہے کہ دیگر اعمالِ صالحہ سے بڑھ کر اس عمل میں اخلاص، ہمدردی اور دل سوزی کو نہایت اہم مقام حاصل ہے، کیونکہ کوئی شخص اس وقت تک داعی کی دعوت پر لبیک کہنے کے لئے تیار نہیں ہوتا جب تک اسے داعی کی دلسوزی، نیک نیتی اور بے لوثی کا یقین نہ ہو۔ داعی حق کے استدلال، اندازِ بیان اور تخاطب میں ایک ہی جذبہ اور خواہش نظر آنی چاہئے اور وہ ہے اس کی دل سوزی، مخاطب کے ساتھ ہمدردی اور بے لوثی۔ دعوتِ انبیاء میں یہ پہلو صراحت کے ساتھ نظر آتا ہے۔ ان کی خواہش یہ ہوتی ہے کہاں کے مخاطبین صدائے حق کی صداقت کو قبول کرلے۔ یہ مقدس نفوس نہ صرف یہ کہ اس حقیقت کا خود شعور رکھتے ہیں بلکہ مخاطب کو بھی مختلف وجوہ سے اپنی بے غرضی اور ایثار کا احساس دلاتے ہیں، کیونکہ اسکی معرفت سے دینی دعوت کو فائدہ پہنچتا ہے، ہر نبی نے مخاطبین کو یہ یقین دلایا کہ وہ اس دعوت کے ذریعے کوئی ذاتی مفاد یا مالی منفعت حاصل نہیں کرنا چاہتے۔ فرقان مجید مبعوثینِ ربی کا یہ قول اکثر نقل کرتا ہے:

﴿وَمَآ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ اَجۡرٍ‌ۚ اِنۡ اَجۡرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ﴾[17]

"میں آپ سے اس کام کی کسی اجرت کا مطالبہ نہیں کرتا۔ میرا صلہ تو رب العالمین پر ہے۔"

عالم اسلام کے نامور محقق ڈاکٹر یوسف القرضاوی لکھتے ہیں: "دعوت الی اللہ کا کام کرنے والوں کے سامنے یہ تصور ہمیشہ واضح رہنا چاہیے کہ یہ کام کرکے دراصل وہ اسلام کے تئیں اپنی ذمہ داری کو ادا کر رہے ہیں، پھر دوسرے درجے میں اس عمل کے ذریعے اجرِ آخرت کا حصول ان کا مطمع نظر ہونا چاہیے، ان دعوتی سرگرمیوں کے ذریعے حاصل ہونے والے دنیوی فائدے کو تیسرے اور آخری درجے میں رکھنا اس جدوجہد کا تقاضا ہے۔ اگر اس نقطۂ نظر سے دعوت الی اللہ کا کام کیا جائے تو گویا ذمہ داری ادا کر دی گئی اور اگر اخلاص و للّٰہیت اور بے نفسی کی مطلوبہ شرائط کے ساتھ اس کارِ عظیم کو انجام

دیا جائے تو بلاشبہ الٰہ العالمین کے یہاں اس کام کے اجر وانعام اور اس کارِ دعوت کے ممکنہ دنیوی فوائد بھی حاصل ہوں گے، لیکن کونسا فائدہ کب اور کس شکل میں ظاہر ہوگا، اس کا فیصلہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ بسا اوقات کسی مرحلے میں اس دعوتی جدوجہد کے ایسے عظیم اور بابرکت ثمرات ظاہر ہو سکتے ہیں جن کا پیشگی اندازہ نہیں ہو سکتا"۔[18]

موجودہ زمانے میں اسلام کی دعوت کے موثر ہونے اور غیر مسلموں کو اسلام کی جانب راغب کرانے کے لئے نہایت اہم امر یہ ہے کہ اخلاص وللہیت کو پیشِ نظر رکھا جائے اور پوری دل سوزی اور ہمدردی و خیر خواہی کے ساتھ اسلام کی روشن ہدایات ان کے سامنے رکھی جائیں۔ اگر اخلاص کے ساتھ ہمدردی کا جذبہ کارفرما ہو تو بلا شبہ دعوتِ حق موثر رہے گی۔

3۔ جبر و اکراہ سے اجتناب

قرآن مجید میں دینی تبلیغ کے بارے میں جو بنیادیں فراہم کی گئیں ہیں ان میں سے ایک بنیادی اور لازمی اصول یہ ہے کہ کسی شخص سے زور زبردستی اپنی بات نہ منوائی جائے، دعوت کے ابتدائی مراحل میں تو جبر و اکراہ کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا، البتہ حق کے مستحکم ہونے پر یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے، لیکن قرآن پاک نے ان تمام خدشات کی نفی کردی۔ فرمایا:

﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۣۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۤ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾[19]

"دین اسلام میں زبردستی نہیں ہے۔ ہدایت (صاف طور پر) ظاہر اور گمراہی سے الگ ہو چکی ہے، تو جو شخص بُتوں پر اعتقاد نہ رکھے اور اللہ پر ایمان لائے، اس نے ایسی مضبوط رسّی ہاتھ میں پکڑ لی جو کبھی ٹوٹنے والی نہیں اور اللہ (سب کچھ) سنتا (اور سب کچھ) جانتا ہے۔"

ڈاکٹر جمال الدین عطیہ اپنی تالیف "شریعت اسلام کا عمومی تصور" میں رقمطراز ہیں: "انسان ہدایتِ الٰہی اور وحی کی رہنمائی میں اپنی عقل اور شعور سے انسانی اقدار معلوم کر سکتا ہے، زندگی اور معاشرے کی تعمیر کے لیے حق و انصاف کے لیے کوشش کر سکتا ہے اور اپنی قوت ارادی سے اپنے منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکتا ہے۔ یہ بات تسلیم کر لینے کے بعد لازم آتا ہے کہ انسان کی حریت اور آزادی کو بھی تسلیم کیا جائے، اور یہی دینی نظام کی فکری و نظریاتی بنیاد ہے۔ شریعتِ اسلامی کے اس تصور کے مطابق انسان ہر قسم کے طبعی اور اجتماعی جبر سے آزاد اور خود مختار ہے، لہٰذا اسلامی نظام میں کسی طبعی اور اجتماعی جبر کی گنجائش نہیں ہے۔"[20]

امام شافعی نے قوانین تکلیفیہ اور جوابدہی کے اصولوں کی نہایت خوبصورت تعبیر پیش کی ہے۔ فرماتے ہیں:
"شریعت کا مقصد انسان کو بندگی نفس سے نکال کر رب کی بندگی میں دینا ہے، لہٰذا اسے اپنے افعال پر اختیار حاصل ہونا لازمی ہے، جسطرح وہ اپنی اضطراری اور تکوینی زندگی میں اللہ کا بندہ اور مطیع فرمان ہے"۔ [21]

الحاصل کتابِ حمید نے دینی دعوت کا جو اسلوب بیان کیا ہے اس میں زور زبردستی کا قطعاً کوئی تصور نہیں ہے، بلکہ حکمت و بصیرت اور نرمی کے ساتھ مخاطب کو دین کی طرف راغب کرنا ہے۔

4۔ موقع و محل کا پاس و لحاظ

دینی دعوت کے لئے سچا جذبہ اور حقیقی لگن لازمی ہے، جس کے علاوہ اس اہم عمل کی انجام دہی ممکن نہیں ہے لیکن جوش جنوں میں موقع و محل کا لحاظ نہ کرنا سخت مضر ہے۔ چنانچہ دین کے داعی کو ان تمام اوقات میں دعوت حق سے احتراز کرنا چاہیے جب مخاطب اعتراض اور نکتہ چینی کی طرف مائل ہو۔ نہ صرف اس حالت میں بلکہ دعوت پیش کرنے کے بعد بھی مخاطب اعتراض اور نکتہ چینی پر مصر ہو تو داعی کو چاہیے کہ بحث کو بڑھانے کی بجائے اسے وہیں ختم کر کے وہاں سے ہٹ جائے اور کسی اور مناسب موقع کا انتظار کرے۔ جب مخاطب خالی الذہن یا کم از کم اعتراض و نکتہ چینی کے رجحان سے خالی ہو۔ ارشادِ ربّانی ہے:

﴿وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۚ وَإِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ [22]

"جب دیکھو ان لوگوں کو جو ہماری آیتوں پر نکتہ چینیاں کرتے ہیں، تو ان سے اعراض کرو، جب تک وہ کسی دوسرے کام میں نہ لگ جائیں اور اگر کبھی شیطان تمہیں یہ بات فراموش کرا دے، یاد آ جانے کے بعد ظالموں کے ساتھ مت بیٹھا کرو۔"

داعی برحق کی ارشادات و فرامین اور قرآنی ہدایات کے تناظر میں دینی تعلیمات کی تبلیغ میں موقع و محل کا پاس رکھنا از حد ضروری ہے، یہ اسلوب دعوت کی جان اور تاثیر میں بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔

5۔ تحمل و بردباری اور عمدہ اندازِ گفتگو

دینی دعوت کے حوالے سے قرآن کریم نے جس اسلوب کی نشان دہی کی ہے اس میں داعی کا نرمی اور خیر خواہی سے پیش آنا شامل ہے، اس سے مخاطب پر اچھا اثر پڑتا ہے، جس کے نتیجے میں وہ دعوتِ حق کو بآسانی قبول کرنے لگتا ہے، جبکہ

سختی اور شدت کا طریقہ دوسرے کے دل میں نفرت اور عداوت کے جذبات اور اپنی غلطی پر ضد اور ہٹ دھرمی پیدا کردیتے ہیں، جو دعوت کے فائدے کو شدید متاثر کرکے رکھ دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خالقِ کائنات نے اپنے مقدس کلام میں حضرات انبیاء کرام کے نفوسِ قدسیہ کو مخالف سے مخالف دشمن سے بھی نرمی اور حکمت سے بات کرنے کا حکم دیا ہے، فرعون جیسے عظیم سرکش اور داعی الوہیت کے سامنے پیغامِ ربانی لے کر جانے کے لئے جب حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو حکم ہوا تو ساتھ ساتھ یہ ارشاد ہوا:

﴿اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ○ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى﴾[23]

"تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ، کیونکہ اس نے سرکشی اختیار کی ہے، چنانچہ اس سے نرم گفتگو کریں، شاید وہ نصیحت قبول کرے یا (خدا سے) ڈرے۔"

کسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا، دھیما پن، رحمدلی، لطافت، بردباری اور برداشت نرمی کے مفہوم میں شامل ہیں۔[24]

حافظ ابن حجر نرمی کے مفہوم کو جامع الفاظ میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

«هو لين الجانب بالقول و الفعل و الاخذ بالاسهل و هو ضدّ العنف»[25]

"یہ قول و فعل میں نرمی اور ہر معاملے میں آسان پہلو کو اختیار کرنا ہے، اور یہ سختی کے برعکس ہے۔"

یعنی جو شخص سختی اور تلخی کے بجائے آرام، سکون اور پیار محبت سے کام یا بات کرے وہ نرم مزاج کہلاتا ہے۔ البتہ اوامر و نواہی میں تساہل یا سستی کرنا یہ نرمی نہیں، بلکہ گناہ ہے۔

6۔ موعظۂ حسنہ: نبوی دعوت کا مؤثر اسلوب

دعوتِ دین کے لیے ایک بنیادی چیز موعظۂ حسنہ ہے، جس سے مراد عمدہ نصیحت ہے۔ عمدہ نصیحت دراصل دو امور کو شامل ہے: ایک یہ کہ اپنے مخاطب کو محض علمی و عقلی دلائل اور براہین ہی سے قائل کرنے پر اکتفاء نہ کیا جائے، بلکہ اس کے احساسات اور جذبات کو بیدار کرنے کی کوشش کی جائے، اور انسانی فطرت میں برائیوں کے لیے جو نفرت پائی جاتی ہے، اسے ابھارنے کی کوشش کی جائے اور معاصی و نافرمانیوں کے خطرناک اور تباہ کن نتائج و عواقب کا خوف دلوں میں بٹھایا جائے۔ دوسرا بنیادی امر یہ ہے کہ موعظت اور نصیحت ایسے انداز اور طریقے سے کی جائے، جس میں دلسوزی عیاں ہو، مخاطب یہ خیال نہ کرے کہ داعی اس کی تحقیر کر

رہا ہے اور اپنے بلند مرتبے سے لطف اندوز ہو رہا ہے، بلکہ نصیحت کرنے والے کے دلی تڑپ اور درد کو محسوس کرے۔[26]

دعوتِ دین کوئی میکانکی عمل نہیں ہے کہ بس چند دلائل اور بعض الفاظ دہرا دیئے اور حق ادا ہو گیا، یہ عمل تو گہری وابستگی اور جذباتی اخلاص کا مطالبہ کرتا ہے۔[27]

قرآن کریم میں جہاں دعوت اور ابلاغ کی تاکید کی گئی ہے ساتھ ہی اس ضمن میں مختلف الفاظ آئے ہیں جن سے موعظہ حسنہ، حکمت اور اچھا طریقہ اپنانے کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾[28]

"حکمت اور عمدہ نصیحت کے ذریعے لوگوں کو اپنے رب کے راستے کی طرف بلایئے، اور ان کے ساتھ عمدہ اور احسن طریقے سے بحث کریں۔"

امام ابن قیم اس حوالے سے لکھتے ہیں:

«الآيَةُ تَدُلُّ عَلىٰ أَنَّ اَتْباعه همْ أهلُ الْبَصَائِرِ الدَّاعِيْنَ اِلَى الله عَلىٰ بَصِيْرَة, فَمَنْ لَيْسَ مِنهمْ فَلَيْسَ مِنْ اَتْباعه عَلَى الْحَقِيْقَةِ وَالْمُوَافَقَةِ, وَاِنْ كَانَ مِنْ اَتْباعه عَلَى الْاِنْتِسَابِ وَالدَّعْوىٰ»[29]

"اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب کی اتباع کرنے والے اہل بصیرت ہیں اور وہ لوگوں کو بصیرت کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں۔ اور جو شخص ایسا نہیں ہے تو وہ حبیبِ کبریاء کے تابع ہونے کے دعویٰ کے باوجود درحقیقت سرورِ کونین کے تابعداروں میں سے نہیں ہے۔"

7۔ نبوی دعوت میں بے غرضی اور بے لوثی

دعوتِ حق کے مفید اور موثر ہونے کے لئے لازمی ہے کہ داعی ہر قسم کے اغراض سے بے لوث ہو، اور اس کا مقصد صرف دینِ اسلام کی سربلندی اور دینِ اسلام کی نشر و اشاعت ہو۔ فرقانِ حمید میں بارہا یہ تاکید کی گئی ہے کہ رب ذوالجلال کا مبعوث پیغمبر دعوت الی اللہ کا جو فریضہ انجام دیتا ہے، اس سے اسکا کوئی ذاتی مفاد اور غرض وابستہ نہیں ہوتی، بلکہ وہ صرف خلق خدا کی بھلائی کے لیے اس کام میں اپنی جان کھپا رہا ہوتا ہے، ارشادِ ربانی ہے:

﴿قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ۖ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلْعَالَمِينَ﴾[30]

"اے نبی، کہہ دیجئے کہ میں اس (تبلیغ و ہدایت کے کام) پر تم سے اجرت کا مطالبہ نہیں کرتا۔ یہ تو ایک عام نصیحت ہے، تمام اہلِ جہان کے لئے۔"

خاتم المرسلین علیہ السلام کی سیرت اور طرزِ عمل واضح نمونہ اور روشن مثال کی حیثیت رکھتی ہے، کہ آپ نے جملہ دنیوی اغراض سے بالاتر ہو کر لوگوں کو رب کائنات کی طرف بلایا، جس کا اثر یہ ہوا کہ لوگ گروہ در گروہ مشرف بہ اسلام ہوتے گئے، اور دینِ اسلام کی موثر دعوت ان کی تمام ترجیحات پر غالب ہو کر رہ گئی۔

8۔ صبر، استقامت اور ثابت قدمی اختیار کرنا

دعوتِ نبوی کے حوالے سے فرقان حمید ہمیں اس نکتے کی وضاحت کرتا ہے کہ اس میں صبر، استقامت اور ثابت قدمی کی جھلک نمایاں تھی، حبیبِ کبریاء ﷺ نے زندگی بھر صبر کا دامن تھامے رکھا، دعوتِ دین کے معاملے میں طرح طرح کی تکالیف اور مشقتیں اٹھائیں، تمام تر مخالفتوں اور عداوتوں کے باوجود ثابت قدم رہے، اور ہر قسم کے ناموافق احوال میں انسانیت کو حق کی دعوت دیتے رہے۔ اور اس امر ربانی کے سراپا نمونہ بنے رہے:

﴿فَلِذٰلِكَ فَادۡعُ ۚ وَاسۡتَقِمۡ كَمَاۤ اُمِرۡتَ﴾[31]

"پس اسی راہ کی دعوت دو اور اس پر استقامت کے ساتھ جمے رہو، جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے۔"

چنانچہ قرآن حکیم استقامت کی تاکید کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿فَاسۡتَقِمۡ كَمَاۤ اُمِرۡتَ﴾[32]

"اے پیارے حبیب! حکمِ الٰہی کے مطابق جمے رہو۔"

9۔ حُسنِ کردار اور مکارمِ اخلاق کا مظاہرہ

پیغمبر کا بنیادی اور پہلا فرض تبلیغ اور دعوت ہے، یعنی اللہ کا جو پیغام اس تک پہنچا ہے، وہ لوگوں کو سنا دینا، اس نے اسے جس سچائی اور حقانیت سے خبردار کیا ہے، دوسروں کو اس سے باخبر کرنا، اس راہ میں اپنی تمام توانائیاں اور طاقتیں صرف کرنا اور لوگوں کو صراطِ مستقیم پر لانے میں حقانیت اور سچائی سے کام لینا اور راہِ حق میں آنے والی تکالیف کو بخوشی برداشت کرنا۔ الحاصل جو شے بھی اس پر مشقت سفر میں حائل ہو جائے اسے ہٹا دینا۔ مزید برآں پیغمبرِ الٰہی کی ان تمام کاوشوں کا مقصد اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی خوشنودی، مخلوق کی خیر خواہی و نفع رسانی اور اپنے فریضہ رسالت کی تکمیل وادائیگی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

آج دنیا میں جو کچھ خدا کی محبت، بھائیوں کا پیار، انسانوں کی ہمدردی، بے کسوں کی مدد، غریبوں کی اعانت اور دوسری نیکیوں کا اس سطح زمین پر وجود ہے، وہ سب انبیاء کرام علیہم السلام کی تبلیغ اور محنت وجد وجہد کا اثر ہے۔ دنیا کے بڑے بڑے مفکر، بڑے بڑے شاعر، بڑے سے بڑے حکیم اپنا فرض خود سمجھ لینا یا زیادہ سے زیادہ دوسروں کو سمجھا دینا سمجھتے ہیں، لیکن انبیاء علیہم السلام جس صداقت کو پاتے ہیں۔ اسے دوسروں کو سمجھانے اور ہر ممکن طریق سے اسکے پھیلانے اور اہل دنیا کو اسکے باور کرانے میں اپنی پوری قوت صرف کر دیتے ہیں، وہ ہر مشکل کو جھیل کر نافہموں کو حقیقت سمجھاتے اور اندھوں کو راہِ راست دکھاتے ہیں۔[33] قرآن مجید رسول اللہ کے حسنِ خلق اور بہترین رویئے کی نشاندہی اس طرح کرتا ہے:

﴿وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ﴾[34]

"اور محمد ﷺ! اگر آپ بدخو اور سنگدل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے نزدیک سے چل دیتے۔"

ہادی عالم ﷺ کی یہی معجزانہ کشش تھی جو لوگوں کو کھینچ کھینچ کر مشرف باسلام کرتی تھی اور کفار کے شکوک واوہام کو دم کے دم میں مٹا دیتی تھی۔

خلاصہ بحث

قرآن کریم دیگر علوم کی طرح علومِ سیرت کے حوالے سے بھی بنیادی مصدر رہے، جو سیرتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرتا ہے، تاہم چونکہ قرآن کریم قصص اور واقعات کو مقصود بنا کر پیش نہیں کرتا بلکہ تذکیر، وعظ اور نصیحت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے واقعات کو زیرِ بحث لاتا ہے، اس لئے نبوی سیرت کے پہلوؤں میں یہ جہت واضح اور نمایاں ہے۔ قرآن کریم سے سیرت کے جو گوشے عیاں ہوتے ہیں ان میں خالقِ کائنات کے آخری پیامبر کے دعوتی و تبلیغی مناہج واسالیب بھی ہیں، جن کو اس آرٹیکل میں مختصراً پیش کیا گیا ہے۔ جن میں موعظہ حسنہ، اخلاص وللہیت، اخلاق و کردار، تواضع وانکساری، راہِ حق میں تکالیف و مصائب برداشت کرنا اور ان پر صبر و استقامت اختیار کرنا شامل ہے۔ عصرِ حاضر میں دینی دعوت کی تاثیر انتہائی کم بلکہ قریب بہ معدوم ہو کر رہ گئی ہے جس کے بنیادی اسباب میں سے نبوی اسالیب اور صفات سے دور ہونا ہے، اگر ہادی عالم ﷺ کے منہجِ دعوت کو اپنا کر دینِ اسلام کا پیغام پہنچانے کی سعی کی جائے تو وہ مفید اور موثر رہے گی۔

تجاویز وسفارشات

1۔ قرآنی آیات پر غور و فکر اور تدبر کی ضرورت ہے کہ اس سے علم و عمل کے نئے دریچے کھلتے ہیں، اور علمی و عملی زندگی میں خوشگوار تبدیلی رونما ہوتی ہے۔

2۔ دعوت کے سلسلے میں نبوی صفات اور خوبیاں اپنانا از حد ضروری ہے ورنہ دعوت کا عمل بے جان ہو کر رہے گا، اور اس کے مطلوبہ نتائج حاصل نہیں کئے جا سکیں گے۔

3۔ قرآن کریم نے دعوتِ حق کے سلسلے میں جو راہنما ہدایات دی ہیں انہیں اپنا کر اس فریضے کی موثر ادائیگی ممکن ہو سکتی ہے، اور معاشرے میں خوشنما تبدیلی رونما ہو سکتی ہے۔

4۔ دعوتی سرگرمیوں سے وابستہ افراد اور اداروں کو چاہئے کہ ہادی عالم علیہ السلام کی پاکیزہ سیرت کے دعوتی پہلوؤں کو راہنما بنا کر اس میدان میں اتریں اور اللہ تعالیٰ کے آخری داعی حق کی جن صفات، کریمانہ اخلاق اور کردار کی قرآن حکیم نے نشاندہی فرمائی ہے اس پر عمل پیرا ہوں۔

5۔ ہر مسلمان کو چونکہ خاتم المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لائے ہوئے آخری اور کامل و مکمل دین کے داعی کی حیثیت حاصل ہے اور دینِ اکمل کا نمائندہ ہے، لہٰذا اپنی شخصی اور اجتماعی زندگی کو سیرتِ پاک اور اسوہ حسنہ کے تناظر میں استوار کیا جائے تاکہ اس کی اپنی زندگی بھی امن کا گہوارہ بن سکے اور یہ دوسروں کے لئے بھی باعثِ ہدایت بن سکے۔

مصادر و مراجع

[1] محمد اسجد قاسمی، مولانا، سیرتِ نبوی ﷺ قرآنِ مجید کے آئینے میں، کراچی، النبراس، 2002ء، ص9۔

[2] ایضاً ص10۔

[3] الصالحہ، محمد بن یوسف، سُبل الھدیٰ والرشاد، قاہرہ، 16/2۔

[4] انور محمود خالد، ڈاکٹر، اردو نثر میں سیرت رسول ﷺ، اقبال اکادمی، لاہور، مطبوعہ 1989ء، ص47۔

[5] انور محمود خالد، ڈاکٹر، اردو نثر میں سیرت رسول ﷺ، اقبال اکادمی، لاہور، مطبوعہ 1989ء، ص48۔

[6] آل عمران: 164۔

[7] المائدۃ: 67۔

[8] الأعراف: 68۔

[9] الصف: 9۔

[10] سبا: 28۔

[11] الاعراف: 158۔

[12] یوسف:108۔

[13] الطبري، محمد بن جریر، أبو جعفر (المتوفى:310ھ)، جامع البیان، مؤسسۃ الرسالۃ، ط:1، 1420ھ، 291/16۔

[14] النسفي، عبد اللہ بن أحمد، حافظ الدین (المتوفى: 710ھ)، مدارک التنزیل وحقائق التأویل، دار الکلم الطیب، بیروت، ط: 1، 1419ھ، 138/2۔

[15] الراغب الأصفھاني، الحسین بن محمد، مفردات القرآن، دار العلم، دمشق، 1412ھ، (ص:127)۔

[16] القصص:87۔

[17] الشعراء:109۔

[18] ماہنامہ ترجمان القرآن، لاہور، جولائی2004ء، ص13۔20۔

[19] البقرہ:256۔

[20] جمال الدین عطیہ، ڈاکٹر، شریعتِ اسلامی کا عمومی تصور، مترجم: مولانا حبیب الحق، اسلام آباد، شریعہ اکیڈمی، 2004ء، ص29۔

[21] شاطبیؒ، موافقات، بیروت، 168/2۔

[22] الانعام:68۔

[23] طٰہٰ:43، 44۔

[24] فیروزالدین، مولوی، فیروزاللغات، لاہور، فیروزسنز، ص356۔

[25] فتح الباري، أحمد بن علي بن حجر العسقلاني، دار المعرفۃ، بیروت، 1379، 449/10۔

[26] خالد علوی، ڈاکٹر، رسول اکرم ﷺ کا منہاجِ دعوت، ص65۔

[27] خالد علوی، ڈاکٹر، رسول اکرم ﷺ کا منہاجِ دعوت، ص65۔

[28] النحل:125۔

[29] الجصاص، احکام القرآن، بیروت، دار الفکر: 179/3۔ الشوکانی، محمد بن علی، فتح القدیر الجامع بین فنی الروایۃ والدرایۃ من علم التفسیر، مکۃ المکرمۃ، المکتبۃ التجاریۃ: 84/2۔

[30] الانعام:90۔

[31] الشوریٰ:15۔

[32] ھود:112۔

[33] سیّد سلیمان ندوی، سیرت النبی ﷺ، الفیصل ناشران، لاہور، 67/4۔

[34] آل عمران:159۔